غزوات میں رسول مجاہد ﷺ کی جغرافیائی حکمت عملی

عبد المالک
ریسرچ اسکالر، شعبہ اسلامک لیرننگ، کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی
ڈاکٹر عبید احمد خان
ریسرچ سپر وائزر/چیئرمین شعبہ اصول الدین، کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی

Abstract

Allah selected Muhammad trained by wahi provided it with all the knowledge required for any creation. Either it is any kind of Science, engineering, medical, war strategy, defense plan or any known/Unknown direction of human guidance. At last one must have to say that any precise or authentic yield of the research/effort just turn the page of Hadith or a verse of Quran no more than this.

The war strategy of Muhammad is wondering throughout the world even in such an advance time, mostly is depends upon.

Initially Muhammad started journey with the preaching of Islam, people were expecting it is too poor. How will be fruitful. It is help of Allah, constant efforts & strategy that prove whole story. This world became more stay able and more secure, was never before in the history of the mankind. Now in this age deviation from the way of Muhammad will bring the world closer to an irreversible explosion, all the Muslim/Non-Muslim collectively believe in.

Keywords: Ghazawat, Holy War, War Strategy, War Strategy of the Holy Prophet.

وسط البلاد سے آغازِ دعوت

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رُشد و ہدایت اور فوز و فلاح کے لئے جن مقدس ہستیوں کا سلسلہ جناب آدم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع فرمایا تھا اس کا آخری سے قبل سرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اُٹھائے جانے کے بعد تقریباً پونے چھ سو سال تک دنیا سایۂ نبوت سے خالی رہی۔ فترتِ وحی کے اِس دورانیے میں گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات اگر موجود بھی تھیں تو چند محدود خطوں اور بعض قوموں و افراد تک۔ ان تعلیمات میں بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کچھ دنیا پرست من مانی تبدیلی و تحریف کر رہے تھے۔ اِس صورتحال میں تمام انسانوں کے لئے ایک جامع اور عالم گیر شریعت و دستورِ حیات کی ضرورت تھی، جو کرۂ ارض کے تمام خطوں کے تمام افراد کے لئے باعثِ سعادت و فلاح ہو۔ پھر ہمہ جہت گیر شریعت کی راہنمائی و تربیت کے لئے قائد و معلم بھی ایسا ہو جو اپنی قائدانہ صلاحیتوں اور حکمتوں سے ہر انسان کو فیض یاب کر سکتا ہو۔

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اس طرح کی تمام خوبیوں و کمالات سے متصف کرکے آخری نبی بنا کر مبعوث کئے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوتی ہے۔مکہ مکرمہ وسط البلاد ہے اور کرۂ ارض کی مرکزی جگہ ہے۔جامع دین کی پہلی دعوت مرکز سے چلتی ہے اور یکسانی کے ساتھ تمام عالم میں پہنچتی ہے۔اِس دعوت نے ہر سو پہنچنا ہے۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لا یبقی علٰی ظہر الارض بیت مدر ولا وبر الاأدخلہ اللہ کلمۃ الاسلام اِمابعز عزیز و اِمابذل ذلیل۔(1)

روئے زمین پر کوئی کچا پکا گھر، کوئی اینٹ پتھر کا گھرانہ اور کوئی کپڑے چمڑے کا خیمہ باقی نہیں رہے گا، جس میں اسلام کا کلمہ داخل نہیں ہو جائے گا۔رغبت سے مانے یا مجبور ہو کر۔

رسول اللہ ﷺ نے اِس دعوت و پیغام کو دُنیا بھر میں پہنچانے کے لئے اپنی ہر ممکنہ کوشش فرمائی۔ترغیب، ترہیب،تالیف قلبی اور صلح و دوستی کا ہر انداز اختیار فرمایا۔بعض مواقع پر تالیف و ترغیب سے بات نہ بنی اور جہاد و قتال کرنا پڑا۔

آپ ﷺ سے قبل جس طرح مقاصدِ جنگ وحشیانہ تھے اسی طرح اندازِ جنگ بھی ہولناک اور پُر تشدد تھا۔جنگ پورے معاشرے پر خونخوار پنجے گاڑھ لیتی۔ہر فرد اُس آگ کی لپیٹ میں آجاتا۔عورتیں اور بچے بھی اس کی بھینٹ چڑھا دیئے جاتے۔دشمن کو آگ میں زندہ جلا دینا،اعضاء کا قطع و برید اور زندہ انسان کی کھال اُتار لینا، یہ معمولی سزائیں تھیں۔ایک ایک لڑائی صدیوں تک چلتی اور بے گناہ ہزاروں جانوں کو کھا جاتی۔رسول اللہ ﷺ نے جنگ کو مشن کا آخری حل بتایا،جب صلح ،صفائی اور جزیہ ادائیگی کے تمام راستے بند ہو جائیں۔پھر جنگ کے بھی منظم اصول مقرر فرمائے۔ کمزوروں کی جان و عزت کا پورا پورا لحاظ فرمایا۔دشمن اگر درندگی کا مظاہرہ کرے تب بھی اپنے پیروکاروں کو اخلاقی و شرعی حدود سے تجاوز کی اجازت نہ دی۔جنگ کو جہاد فی سبیل اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کا نام دے کر مقصدِ جہاد واضح فرمایا۔کم سے کم قوت صرف کرکے زیادہ سے زیادہ مقاصد حاصل کرنے کی حکمت عملی کو بنیاد بنایا۔

پُرامن ریاست کا قیام

حضور نبی رحمت ﷺ نے مکہ مکرمہ سے دعوتِ دین کا آغاز فرمایا۔ابھی پیغام خداوندی کی صدا بلند فرمائی ہی تھی کہ ظلم و تعدی کے بادل اُمنڈ آئے۔ شیطانی مشینریوں نے اسلام کی نشرواشاعت روکنے کے لئے کمر کس لی۔اپنے بیگانے سب مخالفتوں پر اُتر آئے۔پیغامِ حق کی روز افزوں ترقی اور وسعت دیکھ کر وہ لوگ رسول مکرم ﷺ کے جانی دشمن بن گئے۔اپنے وطن اور دیس کو ناموافق پاکر آپ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔یہاں کا اندرونی ماحول رَلا مِلا تھا۔مگر خارجی اور بیرونی خطرات ہر طرف سے منہ کھولے کھڑے تھے۔شہر کے یہودی اس آگ میں جلے جارہے تھے کہ نبوت بنی اسرائیل کا حق ہے،بنو اسماعیل میں کیوں منتقل ہو گئی۔مکہ والوں سے بھی اِن کے مسلسل رابطے تھے۔ وہ بھی مسلمانوں کے تعاقب کے تانے بانے بُننے میں مصروف تھے۔باہر کی دو سپر پاور طاقتوں کی طرف سے بھی اندیشہ ہر وقت مسلمانوں کے سر پر منڈلا رہا تھا۔مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو ایک محاذ کا سامنا تھا، لیکن وہاں مسلمان بے بس تھے۔یہاں

مسلمانوں کے سامنے چہار رُخی محاذ تھا۔اِس لئے داخلی وخارجی فتنوں سے نمٹنے کے لئے چومکھی دفاعی جنگ کی ضرورت تھی۔ایسے میں ایک پیغمبرانہ فراست،ہمت واستقامت،دقیقہ رسی اور معاملہ فہمی ہی ان گھمبیر حالات کو کنٹرول کر سکتی تھی۔چنانچہ پیغمبر خدا ﷺ نے مدینہ طیبہ میں ایک پُرامن ریاست کی بنیاد ڈالی اور حالات کا مقابلہ کرنے کی وسیع حکمت عملی ترتیب دے کر بتدریج اس پر عمل شروع کر دیا۔

میثاقِ مدینہ کی تحریرات کے ذریعے یہودی قبائل سے امن ومصالحت کا معاہدہ کیا۔یہ مکمل تحریر معاہدہ کی شکل میں کتبِ سیرت میں موجود ہے ، جس میں مدینہ منورہ کے تقریباً سبھی قبائل کا ذکر ناموں کی صراحت کے ساتھ موجود ہے۔یہودی دھوکہ بازی اور مکروفریب میں مشہور تھے۔قتلِ انبیاء کا داغ بھی اُن پر تھا۔عسکری واقتصادی حیثیت سے بھی یہ لوگ خوب مضبوط تھے۔تجارتی سرگرمیوں میں بھی ان کا ہاتھ لمبا تھا۔کئی قبائل کے ساتھ سودی قرضہ پر لین دین کرتے تھے۔وقتی طور پر وہ لوگ صلح ومعاہدہ کے لئے آمادہ ہوگئے۔کیونکہ یہود کے دو بڑے قبیلے بنو قریظہ اور بنو نضیر انصار کے حلیف تھے۔بنو نضیر انصار کے قبیلہ خزرج اور بنو قریظہ انصار کے قبیلہ اوس کے حلیف تھے۔(2)اوس وخزرج اسلام میں داخل ہوگئے تو ان کے حلفاء کو بھی مجبوراً صلح کرنا پڑی۔کفارِ مکہ نے دھمکی آمیز خطوط لکھ کر مسلمانوں کو اہل مدینہ سے الگ کرنے کی کوشش کی،لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہوئے۔

آپ ﷺ نے ریاست کے داخلی استحکام کے سلسلہ میں ایک تدبیر یہ بھی اختیار فرمائی کہ جو خاندان یا افراد دائرۂ اسلام میں داخل ہوں وہ سب اپنے اپنے علاقوں سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی رہائش اختیار کریں۔اس سے دو بڑے فائدے حاصل ہوئے،ایک تو یہ کہ مسلمانوں کی آبادی،تعداد اور فوج میں دن بہ دن اضافہ ہوتا گیا۔دوسرا فائدہ جغرافیائی لحاظ سے یہ ہوا کہ دُور دراز سے آنے والے ان افراد سے ان کے علاقوں کی صحیح معلومات حاصل ہوئیں۔اُن مقامی افراد کی راہنمائی سے اُن کے علاقوں تک پہنچنا،وہاں جہاد کرنا،صدقات وزکوٰۃ کی وصولی جیسے معاملات میں آسانیاں پیدا ہوئیں۔

مضافاتی قبائل کے مسکن اور اُن سے مصالحت

یہودیوں سے عہد ومیثاق کے بعد اب آپ ﷺ کی نظر قبائلِ متجاورہ پر تھی۔اُس وقت عربوں میں قبائلی نظام رائج تھا۔ہر قبیلہ ایک خود مختار حکمران اور ان کے علاقہ کی حیثیت ایک آزاد ریاست کی تھی۔اس صورتحال میں اسلامی ریاست کے دفاع اور استحکام کے لئے سب سے بڑا چیلنج ان تمام قبائل کو اپنا حلیف وہم نوا بنانا یا اُن کو زیر کرنا تھا۔جو قبائل مدینہ منورہ کے مضافات میں آباد تھے،وہ زیادہ تر بت پرست تھے۔تاہم اُن میں سے چند اشخاص فرداً فرداً مسلمان ہو رہے تھے۔آپ ﷺ نے ان سے مصالحت کا آغاز فرمایا۔

قبیلہ جہینہ... بدر سے ینبع تک کے علاقہ میں انہی لوگوں کی اکثریت تھی۔اس قبیلہ سے مصالحت کاذکر حدیث میں موجود ہے۔مسند احمد کی روایت میں(اگرچہ اس روایت پر ضعف کا کچھ کلام کیا گیا ہے)آتا ہے کہ آپ ﷺ کی مدینہ منورہ آمد کے کچھ عرصہ بعد یہ لوگ خود ہی حاضر خدمت ہوئے اور وثیقۂ امن کی درخواست کی۔الفاظ یہ ہیں:

لما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة جائته جهينة.(3)

اس میں تاریخ وماہ کا کچھ تعین تو نہیں البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ یہ معاہدہ ہجرت کے بعد سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ سے پہلے ہوا ہے۔اھ رمضان المبارک میں آپ ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو تیس مہاجرین کے ساتھ قریش کے ایک قافلہ، جس کی قیادت ابوجہل کررہا تھا اوراُس میں تین سوافراد تھے، پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔فریقین آمنے سامنے ہوئے۔لیکن قبیلہ جہینہ کے مجدی بن عمروالجہنی نے آکر درمیان میں صلح کرادی۔روایات میں آتا ہے:

وكان موادعاً للفريقين جميعاً.(4)

یہ دونوں فریقوں کا حلیف تھا۔

اس سے یہ اشارہ ملا کہ قبیلہ جہینہ سے مصالحت اس واقعہ سے پہلے ہوچکی تھی۔

قبیلہ جہینہ اس سے پہلے قبیلہ خزرج کا حلیف بھی تھا۔مدنی ریاست کے بعد مسلمانوں کا حلیف بنا۔مکہ اور مدینہ کے جنگی اختلافات ومعرکوں کے دوران قبیلہ جہینہ دونوں فریقوں کا حلیف رہا۔البتہ واقعۂ احزاب کے بعد پھر مکمل طور پر مسلمانوں کی طرف مائل ہوگیا۔(5)

پھر صفر ۲ھ غزوۂ ابواء کے سفر میں آپ ﷺ نے قبیلہ بنوضمرہ سے معاہدہ فرمایا۔(6)

جمادی الاول ۲ھ غزوہ العشیرہ کے سفر میں سے بنومدلج سے معاہدہ ہوا۔(7)

قبائل کے ساتھ مصالحت میں ایک تو یہ فائدہ ہوا کہ مدینہ کے گردونواح میں دوستوں کا اضافہ ہوا اور مخالفتوں میں مسلسل کمی ہوتی چلی گئی۔دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ معاشی طور پر مکی ریاست کو اس سے شدید جھٹکا لگا، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

شمالِ مکہ میں حجاز ونجد غربی کے بہت سے قبائل ایسے بھی تھے جن کے تعلقات مدینہ منورہ کے ساتھ قبل از اسلام سازگار تھے، مثلاً بنو سلیم، قبیلہ مزینہ اور غطفان وغیرہ۔مگر اسلامی ریاست کے قیام کے بعد یہ بھی مکہ والوں کے ڈگر پر چلے اور مدینہ منورہ کی مخالفت پر کمر کس لی۔ایسے قبائل کے خلاف غزوۂ بدر اور واقعہ اُحد کے درمیانی عرصہ میں آپ ﷺ نے جہاد کیا۔اُن کے علاقوں میں جاکر اُن کی قوت کو منتشر کیا۔غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو نقصان اُٹھانا پڑا تو یہ قبائل مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے متحرک ہونے لگے۔آپ ﷺ بھی غافل نہیں تھے۔ہر علاقے اور قبیلہ میں خبریں پہنچانے والے موجود تھے۔اس لئے جہاں اطلاع ملتی کہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی سازش ہورہی ہے۔آپ ﷺ اُنہیں سنبھلنے اور جمع ہونے کا موقع ہی نہ دیتے۔فوراً اُن کی سرکوبی کے لئے صحابہ رضی

اللہ عنہم کا لشکر بھیجتے۔ غزوۂ قرقرۃ القدر، غزوۂ غطفان، غزوۂ بحران، غزوۂ ذات الرقاع، سریہ ابی سلمہ رضی اللہ عنہ، سریہ عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ وغیرہ یہ سب غزوات وسرایا ایسے سرکش قبائل کے خلاف ہوئے۔ بڑے چھوٹے ملا کر ایسے قبائل کی کل تعداد تقریباً اکیس تھی، جن سے آپ ﷺ مختلف اوقات میں نبرد آزما ہوئے۔ بہت سے قبائل ایسے بھی تھے، جن کی نظر مکہ مکرمہ کے حالات پر تھی۔ یہ لوگ فتح مکہ تک غیر جانب دار رہے۔ جوں ہی آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو وہ سب اسلامی ریاست کے وفادار بن گئے۔

راستوں کا کنٹرول

یہود اور مضافاتی قبائل سے فارغ ہو کر اب مشرکین مکہ کی باری تھی۔ آپ ﷺ کی جنگی ودفاعی حکمت عملیوں میں ایک خاص بات یہ تھی کہ جن علاقوں سے اسلام مخالف لوگوں کا گزر ہوتا تھا، ان علاقوں اور وہاں کے مکینوں کو آپ ﷺ مصالحت ومعاہدات کے ذریعے اپنے کنٹرول میں لے لیتے تھے۔ قریش مکہ کی معاشرت کا دار ومدار تجارت پر تھا۔ اور ان کی تجارت کے دوُرخ تھے۔ گرمیوں میں وہ لوگ شام کی طرف اور سردیوں میں حبشہ کی طرف تجارت کے لئے نکلتے تھے۔ یہ دونوں تجارتیں آپس میں لازم ملزوم تھیں۔ کچھ چیزیں ایسی تھیں جو وہ یمن سے خرید کر شام لے جاتے اور کچھ چیزیں شام سے لا کر یمن اور حبشہ میں فروخت کرتے۔ اب ایک سمت کی تجارتی کمزوری دوسرے رُخ کی تجارت کا بھی زوال تھا۔ یمن اور حبشہ کی سمت اگرچہ اسلامی علاقوں سے مخالف سمت اور ان کی دسترس سے دور تھی۔ مگر شام کی سمت آپ ﷺ کے قریب تھی۔ شام کی تجارتی شاہراہ جو مدینہ منورہ کی مغربی سمت سے شام کی طرف نکلتی تھی۔ اس سمت میں بحر الاحمر کی ساحلی پٹی کے ساتھ مشہور علاقہ ینبع ہے۔ یہاں بنو مدلج کی آبادی تھی۔

غزوۂ ذوالعشیرہ میں آپ ﷺ نے بنو مدلج کے ساتھ امن وسلامتی کا معاہدہ کیا۔ بنو مدلج، بنو ضمرہ کے حلیف تھے۔ بنو ضمرہ غزوہ ودّان میں مسلمانوں سے معاہدہ کر چکے تھے۔ اس لئے بنو مدلج بھی آسانی سے معاہدہ کے لئے تیار ہو گئے۔ ساحلی پٹی کے یہ قبائل مسلمانوں کے قریب ہوئے تو قریشیوں کے لئے اِن راستوں سے گزرنا بہت دشوار ہو گیا۔ مدینہ منورہ کی اس مغربی سمت میں قریش کی اِس ناکہ بندی نے قریش کی اقتصادیت ومعیشت کو صفر بنا دیا۔ غزوۂ بدر کی شکست کے بعد تو اس سمت سے قریش کا تجارتی قافلہ گزارنا ایک خواب بن کر رہ گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک دن صفوان بن امیہ نے افسوسناک انداز میں کہا:

إن محمداً وأصحابہ قد عوروا علینا متجرنا، فما ندری کیف نصنع بأصحابہ؟لا یبرحون الساحل، وأہل الساحل قد وادعہم، ودخل عامتہم معہ، فما ندری أین نسلک؟وإن أقمنا نأکل رؤوس أموالنا، ونحن فی دارنا ہذہ مالنا فیہا بقاء ، وإنما نزلناہا علی التجارۃ إلی الشام فی الصیف وإلی الحبشۃ فی الشتاء۔(8)

محمد اور اس کے اصحاب نے ہماری تجارتی شاہراہ کو بہت مشکل بنادیا ہے۔آخر ہم اس کے ساتھیوں سے کیسے نمٹیں، وہ ساحل (ہمارا تجارتی راستہ) چھوڑ کر ہٹتے ہی نہیں ہیں۔ ساحل والے باشندے بھی صلح کر کے اُن کا ساتھ دے رہے ہیں۔اب سمجھ نہیں آتا کہ ہم کون سا راستہ اختیار کریں۔اگر ہم گھر بیٹھے رہیں تو اپنا رأس المال بھی کھاجائیں گے اور پھر ہمارے لئے کچھ بھی نہیں بچے گا۔ہماری معیشت کا تو دارو مدار ہی گرمیوں میں شام کی تجارت اور سردیوں میں حبشہ کی تجارت پر ہے۔

شام کی طرف ایک راستہ اور بھی نکلتا تھا جو "طریق العراق" کہلاتا تھا۔یہ راستہ بہت طویل اور مشقت والا تھا۔بوجہ مجبوری قریش نے یہ راستہ اختیار کیا۔ فرات بن حیان اس راستے کا ماہر تھا۔اُسے راہبری کے لئے اجرت پر لیا گیا اور بہت سامال لے کر قریشی قافلہ بغرض تجارت نکلا۔اس قافلہ میں ابوسفیان، صفوان، حویطب جیسے بڑے بڑے سردار تھے۔رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی تو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سو مجاہدین کو بھیجا۔حملہ ہوا تو سب سردار بھاگ گئے۔ قافلہ کا سامان غنیمت میں ملا اور راہبر فرات بن حیان بھی گرفتار ہوا۔جو مدینہ منورہ پہنچ کر مسلمان ہوا۔اب یہ راستہ بھی اُن کی تجارتی سرگرمیوں کے لئے پُر خطر بن گیا۔(9)

جنوبی و غربی سمت کی مہمات

بدر الکبریٰ سے قبل جو غزوات و سرایا ہوئے۔ان کا اصلی مقصد یہی تھا کہ اشاعتِ اسلام میں رکاوٹ سلطنتِ قریش ہے۔اس کو اقتصادی و معاشی اعتبار سے کمزور کیا جائے۔چنانچہ مدینہ منورہ کو جہادی مرکز اور عسکری چھاؤنی بناتے ہوئے آپ ﷺ نے قریشی قافلوں اور مکی سلطنت کے خلاف چاروں طرف فوجیں بھیجنا شروع کیں۔چند مہمات کا مقصد سلطنت قریش کے متعلق معلومات جمع کرنا تھا۔بعض میں ان کے قافلے پر حملہ کرنا۔بعض میں ان کو گرفتار کرنا وغیرہ۔اس سلسلہ میں جو غزوات و سرایا ہوئے، جغرافیائی لحاظ سے ان کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

مدینہ منورہ کے مغرب میں ساحلی علاقہ کی طرف آپ ﷺ نے ہجرت کے سات ماہ بعد رمضان المبارک ۱ھ میں سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تیس مجاہدین کو بھیجا۔قریشیوں سے آمنا سامنا ہوا۔ مگر لڑائی نہیں ہوئی۔(10)

مدینہ منورہ سے جنوبی سمت رابغ کی طرف عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو شوال ۱ھ میں ساٹھ یا اسی مہاجرین کے ساتھ بھیجا گیا۔یہ لوگ چلتے رہے۔یہاں تک ثنیۃ المرۃ تک پہنچے۔قریشی قافلہ سے مڈبھیڑ ہوئی۔مگر لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔(11)

شمال مکہ میں الخرار کی طرف ذی قعدہ ۱ھ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیس مہاجرین بھیجے گئے۔لڑائی نہیں ہوئی۔الخرار جحفہ کے قریب ایک وادی کا نام ہے۔(12)

مکہ مکرمہ سے شمال کی طرف ابواء وودان کے مقام پر صفر ۲ھ میں آپ ﷺ خود تشریف لے گئے۔قریش کے کسی قافلہ سے سامنا نہیں ہوا۔البتہ علاقہ کے مکینوں پر سخت خوف طاری ہوا۔اور وہ صلح کے لئے تیار ہو گئے۔(13)

مدینہ منورہ سے مغربی ساحلی علاقہ بواط کی طرف ربیع الاول یا ربیع الثانی ۲ھ میں آپ ﷺ ۲۰۰ مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر نکلے۔ قریش کے ایک تجارتی قافلے کا تعاقب مقصود تھا۔ مگر آپ ﷺ بواط پہنچے تو پتہ چلا کہ قریش کا قافلہ نکل چکا ہے۔(14)

ساحل سمندر ینبع کے نواح میں مقام العشیرہ، جو کہ قریشیوں کے قافلہ کے راستے میں پڑتا تھا، جمادی الاول ۲ھ میں آپ ﷺ ۲۰۰ یا ڈیڑھ سو مہاجرین کو لے کر اس طرف نکلے۔ اس قافلہ کی قیادت ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی۔ اس قافلے میں بہت سارا مال و دولت تھا۔ جب آپ ﷺ عشیرہ پہنچے تو پتا چلا کہ قافلہ شام کی طرف نکل چکا ہے، اور پھر قریش کا یہی قافلہ جب شام سے واپس آرہا تھا تو آپ ﷺ اس کا راستہ روکنے کے لئے نکلے تھے اور یہی واقعہ غزوۂ بدر کا سبب بنا تھا۔(15)

بطن نخلہ جو کہ مکرمہ مکرمہ اور طائف کے درمیان علاقہ ہے، اس علاقہ کی طرف رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو آٹھ یا بارہ مہاجرین کے ساتھ بھیجا اور انہیں ہدایت کی کہ قریشی قافلہ کا انتظار کرو اور اُن کی خبروں سے مطلع کرتے رہو۔ مسلمانوں کو وہاں کفار کا ایک مختصر قافلہ نظر آیا۔ اُس پر حملہ ہوا۔ کفار کا ایک آدمی مارا گیا۔ باقی لوگ بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو بہت سامال غنیمت ہاتھ میں آیا۔(16)

مکی قافلہ پر حملہ کے لئے بدر کا انتخاب؟

مکہ مکرمہ سے شام جانے والی تجارتی شاہراہ مدینہ منورہ کے مغربی جانب سے بحر الاحمر کی ساحلی پٹی کے ساتھ ساتھ چلتی تھی۔ اس علاقہ کو آپ ﷺ نے اپنے زیرِ اثر کر لیا تھا۔ بحر احمر کا ساحل شہر بدر سے تقریباً تیس کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ بدر کی شادابی اور نخلستانی حیثیت تجارتی قافلوں کو پڑاؤ کے لئے کھینچتی تھی۔ مختصراً اس شہر کا محل وقوع کچھ یوں ہے:

شہر بدر کوئی ساڑھے پانچ میل لمبا اور تقریباً چار میل چوڑا بیضوی شکل کا میدان ہے۔ اطراف میں بلند پہاڑ ہیں۔ بدر کے شمال میں (مدینہ منورہ کی طرف) سفیدی مائل ٹیلہ ہے، اس کا نام "العدوۃ الدنیا" (قریب والا کنارہ) ہے۔ جنوب میں (مکہ مکرمہ کی سمت) میں جو ٹیلہ ہے، اس کا نام "العدوۃ القصویٰ" (دُور والا کنارہ)۔ ان دونوں ٹیلوں کے درمیان جو بہت اونچا پہاڑ ہے، اس کا نام آج کل جبل اسفل ہے۔ اس کے پیچھے دس بارہ میل پر سمندر ہے۔ اس کو جبل اسفل قرآن کریم کی آیت " وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ " کی وجہ سے کہا گیا۔ قریشیوں کا تجارتی قافلہ اسی پہاڑ کے پیچھے سے بدر آئے بغیر مکہ شہر کی طرف نکل گیا تھا۔(17)

اس قافلہ میں تیس یا چالیس یا بعض مصادر کے مطابق ستر آدمی تھے۔ قافلہ ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا۔(18) مسلمان تین سو سے زیادہ تھے۔ جو اس طرح کے تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے لئے مناسب تعداد ہے۔ شام سے آنے والے قافلے بدر کے کنویں پر آتے تھے۔ آرام کرتے۔ پانی پیتے۔ ابوسفیان کے اس قافلہ کے شیڈول میں بھی بدر آنا تھا۔ اس لئے آپ ﷺ رازداری کے ساتھ بدر پہنچ

رہے تھے۔ ابو سفیان بھی حالات سے غافل نہیں تھا۔ اس کو جب احساس ہوا کہ مدینہ والے ہماری تاک میں لگے ہوئے ہیں، تو وہ اپنے قافلہ کو بدر سے بچا کر مکہ مکرمہ کی طرف مڑ گیا۔

آپ ﷺ کو شہر بدر پہلے وادی ذفران میں اطلاع ملی کہ تجارتی قافلہ تو بدر آئے بغیر بچ نکلا ہے اور مکہ کی طرف چلا گیا ہے۔ البتہ مکہ مکرمہ سے ایک بڑا لشکر ابو جہل کی قیادت میں جنگ کرنے کے لئے بدر کی طرف بڑھ رہا ہے۔(19) اب آپ ﷺ کے لئے دو صورتیں تھیں۔ واپس مدینہ منورہ چلے جائیں۔ یہ صورت اسلامی ریاست کے لئے تسلی بخش نہیں تھی۔ کیونکہ اوّل تو جس جوش و خروش سے مکی لشکر آ رہا تھا۔ اس کی بھرپور نیت ٹکراؤ کی تھی۔ وہ یہاں نہ ٹکراتا تو مدینہ منورہ کی دیواروں تک آ پہنچتا۔ دوم، پورے علاقے میں مسلمانوں کی بزدلی کی باتیں ہوتیں کہ مکی لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکے اور بھاگ پڑے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ بدر پہنچ کر مخالفین سے ٹکر لی جائے ۔یہی خدائی فیصلہ تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے مشاورت کی۔ ان کی طرف سے بھی مثبت اور استقامت کا جواب ملا ۔یوں بدر میدان جنگ بن گیا۔ لڑائی کا بازار گرم ہوا اور مسلمانوں کو شاندار فتح ملی۔

میدان بدر میں رسول مجاہد ﷺ کی حکمتِ عملی

☆...آپ ﷺ نے مدینہ منورہ سے دُور بدر کے میدان میں جا کر کفار سے مقابلہ کیا۔ مدینہ طیبہ کو کھلا چھوڑ دیا۔ دشمن کی فوج کو یقینا اس کا خوف لگا رہا ہو گا کہ مسلمانوں کی کافی ساری فوج مدینہ منورہ میں شہر کے دفاع کے لئے موجود ہے۔

☆...بدر آپ ﷺ رازداری کے ساتھ پہنچے۔ راستہ میں اُونٹوں کی گردنوں سے گھنٹیاں اتارنے کا حکم دیا۔ کیونکہ گھنٹی کی آواز سے دشمن کو اسلامی فوج کی نقل و حرکت کا پتہ چل سکتا تھا۔(20)

☆...بدر کے قریب آپ ﷺ نے معروف راستہ چھوڑ کر خفیہ راستہ اپنایا۔ وادی ذفران سے آگے جا کر آپ ﷺ نے بائیں جانب سفر کیا۔ یہ راستہ "الصفر" یا "اصافر" پہاڑ سے ہوتا ہوا بدر کی طرف نکلتا ہے۔ بہت مشکل اور غیر معروف راستہ ہے۔ بلادیؒ لکھتے ہیں:

ومنہ طریق صعب یعرج یسارا الی بدر وھذا ھو الذی اخذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزاۃ بدر۔ (21)

ذفران سے ایک مشکل راستہ بائیں طرف بدر کو نکلتا ہے۔ اسی راستے سے رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر میں چلے تھے۔

آگے چل کر پھر آپ ﷺ غیر معروف راستے سے بدر میں داخل ہوئے۔ مدینہ منورہ سے بدر کی طرف چلیں تو ایک راستہ سیدھا بدر میں داخل ہوتا ہے۔ مگر رسول اللہ ﷺ اس وادی سے شہر میں داخل نہیں ہوئے۔ بلکہ بدر کے دائیں جانب حنان نامی پہاڑ نما تودے کو دائیں چھوڑ کر داخل ہوئے۔(22)

☆... غزوۂ بدر کے موقع پر آپ ﷺ میدانِ بدر پہنچے تو بدر کے قریب ترین چشمے پر نزول فرمایا۔ مگر حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر جو چشمہ قریشی سمت کے سب سے قریب پڑتا تھا۔ وہاں جا کر پڑاؤ ڈالا۔ اپنے لئے حوض بنا کر پانی جمع کر لیا اور باقی چشموں کو بند کر کے دشمن کو پانی سے محروم کر دیا۔(23)

☆... آپ ﷺ نے ایک مثلث شکل میں صف بندی کا حکم دیا، جس سے دشمن عقب سے حملہ نہ کر سکا۔(24)

☆... آپ ﷺ نے قریش کے لشکر کی آمد کے بعد شب کی تاریکی میں اپنے لشکر کی جگہ تبدیل کر لی۔ اس طرح دوسرے روز مسلمانوں کی آنکھیں آفتاب کی شعاعوں سے خیرہ ہونے سے بچ گئیں۔(25)

☆... آپ ﷺ نے میدان کے بالائی حصہ میں جہاں سے پورا میدان نظر آتا تھا، اپنا خیمہ نصب کیا تاکہ پورے میدان کا نقشہ سامنے رہے اور مناسب اقدامات کئے جائیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم تک پیغام پہنچانے میں بھی آسانی ہو۔

☆... آپ ﷺ نے دشمن کو نشیبی جگہ میں جہاں زمین مٹی کی تھی، خیمہ زن ہونے پر مجبور کیا۔ مسلمانوں کا پڑاؤ بالائی حصہ میں تھا۔ جو ریتلا علاقہ تھا۔ اللہ کی قدرت کہ بارش ہوئی تو مشرکوں کے علاقہ میں پانی جمع ہوا اور ان کا علاقہ دلدل بن گیا۔ پانی کیچڑ کی وجہ سے ان کے گھڑ سوار دستے کی پیش قدمی غیر مؤثر ہو کر رہ گئی۔ نیز مسلمانوں کے علاقہ میں بارش کی وجہ سے ریت جم گئی۔ زمین سخت ہو گئی۔ نقل وحرکت میں بھی آسانی رہی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رات بھی آرام وسکون کی نیند میں گزاری۔ صبح کے وقت تازہ دم تھے۔ اس کے برخلاف کفار کے علاقہ میں رات بھر بے اطمینانی رہی۔ صبح یہ بے سکون، تھکے ہوئے اور سست تھے۔ زیادہ دیر تک جم کر مقابلہ نہ کر سکے۔

میدانِ اُحد کا اجمالی جائزہ

بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے ۳۰۰۰ جنگجوؤں کا لشکر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ نبی مجاہد ﷺ کو اطلاع ملی تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشاورت فرمائی۔ شوقِ جہاد سے سرشار بہادر نوجوانوں نے مشورہ دیا کہ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے ۔مکہ والے بڑے کرّوفر سے آرہے تھے۔ مدینہ منورہ سے شمال کی طرف پہنچے۔ جبل اُحد کے دامن میں پڑاؤ ڈالا اور جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

یہاں ایک سوال اُٹھتا ہے کہ مکہ مکرمہ تو مدینہ منورہ سے جنوب کی طرف ہے، پھر مکہ والوں نے شہر کی شمالی سمت کیوں اختیار کی؟

: عبدالباری ایم اے اس پر روشنی ڈالتے ہیں

عہد نبوی میں مدینہ میں جنوب (یعنی جنوبی طرف سے آنے والوں کے لئے) سے براہِ راست داخل ہونے کے لئے قبا کی طرف ایک سخت دشوار گزار راستہ تھا جو لاوا کے پتھروں (BOULDERS) سے اٹا ہونے کے باعث شاذونادر ہی اختیار کیا جاتا تھا۔ ایسے سنگلاخ

وعریاں میدانوں سے گزرنا آدمی اور جانور دونوں کے لئے سخت تکلیف دہ ہے۔اور دوپہر کو ان پتھروں کے گرم ہو جانے کے باعث وہاں پڑاؤ ڈالنا بھی ناپسندیدہ خیال کیا جاتا تھا۔اور بالفرض تکلیف گوارا کر کے کوئی فوج گزر بھی جائے تو ایسے سنگلاخ میدانوں میں لڑائی ہر گز آسان نہیں۔

نیز مدینہ منورہ کی آبادی کے اطراف میں بکثرت باغات تھے۔ان باغات کے پختہ اور وسیع کنوئیں درجنوں لوگوں کی کمین گاہوں کا کام دے سکتے تھے۔ مختلف محلوں کے یہ باغ اور گھر باہم کچھ اس طرح متصل ہو گئے تھے کہ متعدد جگہ صرف دو اونٹ گزرنے کے قابل چوڑی گلیوں کے سوا کوئی اور گزر گاہ بھی نہ تھی۔ غزوۂ سویق کے موقع پر بھی ایسی جغرافیائی مجبوریوں نے ابوسفیان کو اجازت نہ دی کہ وہ وادی رانونا سے دو سو مسلح شتر سواروں کو نکال کرلے جاتا اور مدینہ پر حملہ کر دیتا، بلکہ اُسے وادی العقیق کی شمالی راہ اختیار کرنا پڑی۔اس صورتحال میں تین ہزار کی جمعیت بھلا کیسے وادی رانونا کی راہ مدینہ میں جنوب کی طرف سے داخل ہو سکتی تھی؟ علاوہ بریں مسکن نبوی ﷺ تک پہنچنے کے لئے قبا اور عوالی کی آبادیاں اور گنجان باغ بھی درمیان یں حائل تھے جن کے باعث لڑائی کا کوئی کھلا میدان بھی نہ تھا۔

ان وجوہات کی بنا پر شہر کی جنوبی سمت لشکر کی پیش قدمی اور حملہ کرنے کے لئے موزوں نہ تھی۔ مشرقی و مغربی سمت کے بڑے بڑے حرے اور سنگلاخ پتھریلے علاقے بھی قافلہ کی نقل و حرکت کے لئے رکاوٹ تھے۔اس لئے شمالی سمت ہی شہر میں داخلہ کے لئے متعین تھی۔قدیم زمانہ میں قافلوں کے مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے کشادہ اور فراخ راستہ بھی یہی شمال مغربی گوشہ تھا۔باب العنبر یہ سے مغربی حرہ کو کاٹ کر جو موجودہ راستہ بنایا گیا ہے، یہ سترہویں صدی عیسوی کا ہے۔(26)

رسول اللہ ﷺ سات سو مجاہدین کے ساتھ میدان اُحد پہنچے۔میدان جنگ کی صورتحال کا جائزہ لیا۔ جبل اُحد کو اپنی پشت پر رکھا اور دشمن کو سامنے۔اب پیچھے کی سمت محفوظ ہو گئی اور اس سمت سے متوقع حملہ کا خدشہ دور ہو گیا۔تاہم پیچھے کی سمت میں لشکر کے بائیں طرف ایک گھاٹی (تنگ سا راستہ) تھی۔ وہاں سے اندیشہ تھا کہ دشمن مسلمانوں پر اُس سمت سے حملہ آور ہو سکتا ہے۔اس گھاٹی کی طرف وادی قناۃ کے جنوبی کنارے پر ایک چھوٹا سا ٹیلا تھا۔ جس کا نام پہلے جبل عینین (دو چشموں والا ٹیلا) بعد میں اس کا نام جبل الرماۃ (وہ ٹیلا جس پر تیر اندازوں کا مورچہ تھا) پڑ گیا۔آپ ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ جبل رماۃ پر مقرر کر کے ان سے فرمایا: کچھ بھی ہو جائے، تم نے اپنی جگہ نہیں چھوڑنی۔

جغرافیائی حکمت عملی کے تحت یہ ٹیلہ فیصلہ کن حیثیت کا حامل تھا۔اس سمت سے گھڑ سوار ہی پیش قدمی کر سکتے تھے۔اس لئے آپ ﷺ نے اس ٹیلہ پر تیر انداز دستہ معین کیا اور انہیں یہ تاکید کی کہ دشمنوں پر تیر برساتے رہیں۔کیونکہ جہاں تیروں کی بارش ہو وہاں گھوڑے پیش قدمی نہیں کر سکتے۔ نیز راستہ کے نشیب و فراز سے آپ ﷺ نے یہ بھی اندازہ لگالیا کہ اس گھاٹی (تنگ سا راستہ) سے بیک وقت زیادہ سے زیادہ سو یا ڈیڑھ سو سوار ہی بمشکل گزر سکتے ہیں۔اس لئے ان کو روکنے کے لئے پچاس تیر انداز کافی ہیں۔

معرکہ شروع ہوااور میدانِ اُحد میں زور شور سے لڑائی ہونے لگی۔ کفار کے میمنہ حصہ پر خالد بن ولید تھے، جن کے ساتھ سو مسلح سوار تھے۔ وہاں سے جبل عینین قریب اور صاف دکھائی دیتا تھا۔اس عقبی سمت سے خالد اپنے سواروں کو لے کر کئی بار حملہ کرنے آیا۔ مگر ہر بار ناکامی ہوئی۔ تیروں کی بوچھاڑ نے اُسے آگے بڑھنے نہ دیا۔لڑائی نے زور پکڑا تو مشرکین کے اوسان خطاہوگئے۔وہ مسلمانوں کی مخاصمت کامقابلہ نہ کرسکے۔ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے مورچوں سے نکل کراُن کاتعاقب کیا۔کچھ مجاہدین مال غنیمت جمع کرنے لگے۔ جبل رماۃ کے تیر اندازوں نے یہ سمجھا کہ اب فتح ہوگئی ہے۔ مسلمان مال غنیمت جمع کر رہے ہیں۔اب ہمیں یہاں رہنے کی ضرورت نہیں۔ان کے امیر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا۔ مگر تیر انداز نیچے اُترآئے۔ٹیلہ پر صرف عبد اللہ رضی اللہ عنہ اوران کے دس ساتھی رہ گئے۔ خالد بن الولید نے ٹیلہ پر چند صحابہ کو موجود دیکھاتو موقع غنیمت جانا۔وہ توپہلے ہی اس تاک میں تھا۔اب چکر کاٹ کر پیچھے سے اُسی سمت سے آکر حملہ آور ہوا، جس خطرہ کی نشاندہی رسول اللہ ﷺ نے کی تھی۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے باقی ماندہ ساتھیوں کے ساتھ اس طوفان کاراستہ روکنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکے۔بے خبر مسلمانوں پر خالد اور عکرمہ نے آکر پچھلی سمت سے حملہ کردیا۔اس کو دیکھ کر بھاگتے ہوئے کفار بھی پلٹ آئے۔ مسلمان دونوں طرف سے کفار کے نرغے میں آگئے اور بہت جانی نقصان اٹھایا۔ ستر کے قریب شہادتیں ہوئی اور لڑائی کانقشہ ہی بدل گیا۔(27)

معرکۂ اُحد میں جغرافیائی تدابیر

میدانِ جنگ میں جب ایک فریق پہلے پہنچ کر جگہ کا انتخاب کرلے تو بعد میں آنے والا فریق لاچار و مجبور باقی ماندہ جگہ پر ہی کہیں ڈیرہ ڈالے گا۔اپنی مرضی اور منشاء سے مقام و محاذ کاانتخاب نہیں کرسکتا۔لیکن میدان اُحد میں ایسانہیں ہوا۔ مشرکین نے پہلے پہنچ کراپنے لئے جگہ تلاش کرلی۔ نبی مجاہد ﷺ اگرچہ بعد میں پہنچے، لیکن حکمتِ عملی وبصیرت سے ماحول کاجائزہ لے کر پورامیدان اپنے موافق بنالیا۔ذیل میں اُن چندتدابیر کاذکر کیاجاتاہے۔

☆...میدان اُحد میں پہنچنے سے پہلے اطلاع ملی کہ دشمن جبل اُحد کے دامن میں کئی سمت سے پڑاؤڈالے ہوئے ہے۔آپ ﷺ ایک صحابی کی راہنمائی میں مشرقی سمت سے بنوحارثہ کے حرہ(کالے پتھروں کاعلاقہ)اور کھیتوں سے گزرتے ہوئے دشمن کومغرب کی سمت میں چھوڑتے ہوئے جبل اُحد کی گھاٹی میں جاپہنچے۔(28)

☆... آپ ﷺ اپنے مجاہدین کو صبح صادق کے اندھیرے میں دشمن کی نظروں سے بچا کرلے آئے۔اِس کافائدہ یہ ہوا کہ دشمن کو مسلمانوں کی عددی وقت کا بالکل اندازہ نہیں ہوسکا۔

☆...میدان میں صف بندی یوں فرمائی کہ لشکر کی پشت جبل اُحد کے مضبوط پہاڑ کے ذریعے محفوظ ہوگئی۔ میمنہ (دایاں حصہ) جبل اُحد کی چٹانوں کے دامن میں آکر محفوظ ہوگیا۔ میسرہ (بایاں حصہ) جبل رُماۃ والی سمت میں تھا،اِس سمت کی تنگ گھاٹی کو تیر اندازوں نے سنبھال لیا۔

☆...آپ ﷺ نے دشمن کو سامنے کی طرف سے آنے پر مجبور کیا۔اب دشمن کی پشت مدینہ منورہ کی طرف ہوگئی۔ ظاہری نظر میں تو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کو کھلا چھوڑ دیا تاہم پشت مدینہ منورہ ہونے کی وجہ سے دشمن کو ہر لحظہ کھٹکا لگا رہا کہ کہیں مسلمان شہر کی جانب سے آکر حملہ نہ کردیں۔

☆... لشکر کے پڑاؤ کے لئے اُونچی جگہ منتخب فرمائی کہ اگر خدانخواستہ شکست سے دوچار ہونا پڑے تو بھاگنے اور تعاقب کنندگان کی قید میں جانے کے بجائے کیمپ میں پناہ لی جاسکے اور اگر دشمن کیمپ پر قبضہ کے لئے پیش قدمی کرے تو اُسے نہایت سنگین نقصان سے دوچار ہونا پڑے۔(29)

☆...اس کے برعکس آپ نے دشمن کو اپنے کیمپ کے لئے ایک ایسا نشیبی مقام قبول کرنے پر مجبور کردیا کہ اگر وہ غالب آجائے تو فتح کا کوئی خاص فائدہ نہ اُٹھاسکے اور اگر مسلمان غالب آجائیں تو تعاقب کرنے والوں کی گرفت سے (دشمن) بچ نہ سکے۔(30)

☆...افراتفری کے عالم میں آپ ﷺ نے پیچھے جبل اُحد میں اپنے اُسی ممکنہ کیمپ میں جاکر لڑائی کی کمان سنبھالی۔ یہ جگہ اپنی اونچائی اور سنگلاخ ہونے کی وجہ سے ناقابل تسخیر تھی۔اس سے کئی فائدے حاصل ہوئے:

*۔۔وہ جو افواہ پھیلی تھی کہ رسول ﷺ کی شہادت ہوچکی ہے اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کے جذبات مرجھاگئے تھے۔اب جب آپ ﷺ کو اصحاب رضی اللہ عنہم نے خیریت وعافیت سے دیکھا تو اُن کے حوصلے تروتازہ ہوگئے اور پھر سے نئی جذبے کے ساتھ لڑائی میں کود پڑے۔

*۔۔اس پہاڑی درّہ میں مشرق، مغرب اور شمال تینوں اطراف سے جبل اُحد نے مسلمانوں کو محفوظ پناہ گاہ دی۔

*۔۔یہاں مورچہ محفوظ تھا۔دشمن پر تیروں اور پتھروں سے حملہ کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ دشمن کے دستوں نے کئی مرتبہ یہاں پہنچنے کی کوشش کی مگر مسلمانوں کے تیروں نے اُن کو مار بھگایا۔

انوکھی جنگی اسکیم

غزوۂ اُحد کے بعد مدینہ منورہ میں پیش آنے والے دو واقعے ''بنو نضیر اور بنو قینقاع کی جلاوطنی'' نے یہودیوں کو آگ بگولہ کردیا۔وہ مسلمانوں کے جانی دشمن بن گئے۔اب وہ اس کوشش میں تھے کہ مدینہ منورہ پر ایسا ایک فیصلہ کن حملہ ہوجائے، جس سے مسلمانوں کا زور ٹوٹ جائے۔یہودیت کو پھر سے استحکام واقتدار مل جائے۔ چنانچہ اس مہم کے لئے انہوں نے اولاً مکہ مکرمہ کے قریشیوں کا ذہن بنایا ۔پھر بت پرست غطفانی جنگجوؤں کو خیبر کی سال بھر کی کھجوروں کی کمائی کا لالچ دے کر تیار کیا۔ بنو سلیم اور دوسرے قبائل کو بھی اپنے

جال میں پھنسالیا۔ بڑے قبائل کا یہ حال دیکھ کر دائیں بائیں کے چھوٹے بدوی قبائل نے بھی اس مہم میں شرکت کی حامی بھر لی۔ خطۂ عرب کا یہ عظیم اتحادی لشکر مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے ابو سفیان کی قیادت میں روانہ ہوا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے تیز رفتار قاصد مدینہ منورہ کی طرف بھیجا۔ قاصد نے چودہ دن والا سفر چار دن میں طے کرکے رسول اللہ ﷺ کو پوری صورتحال کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے مشاورت فرمائی۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھدائی کا مشورہ دیا۔ آپ ﷺ نے اس تدبیر سے اتفاق کرکے مدینہ منورہ کا دفاع فرمایا۔ خندق کھدائی کے لئے شمالی جانب کا انتخاب کیا گیا۔ کیونکہ مدینہ منورہ کی جغرافیائی اور ارضی نوعیت خاصی دشوار گزار تھی اور اس کے ارد گرد تین اطراف قدرتی رکاوٹیں موجود تھیں۔ جنوب میں جبل عیر کا فلک بوس طویل پہاڑ تھا۔ نیز اس طرف بنو قریظہ کی آبادی بھی تھی۔ جن کا مسلمانوں سے امن وتعاون کا معاہدہ تھا۔ اور ابھی تک ان کی طرف سے عہد شکنی کا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا تھا۔ اس لئے جنوبی سمت سے کسی حملہ آور کا ڈر نہیں تھا۔ مشرقی اور مغربی جانب لاوے سے بنے سنگلاخ چٹانوں سے اَٹے ہوئے حرے تھے۔ شرقی وغربی حروں کی یہ ناہموار سطوح مرتفع گھوڑوں اور اُونٹوں کے لئے ناقابل عبور رکاوٹوں کا کام دیتی تھیں۔ گھوڑوں کے لئے تو کیا ان حروں سے پیادہ فوج کا چلنا بھی بہت مشکل تھا۔ یہ دونوں سمتیں بھی محفوظ ہو گئیں۔ اب بچ گیا شمالی جانب کا میدانی علاقہ، جو جبل اُحد کے شمال مغربی جانب واقع تھا۔(31)

ابن اسحاق رحمہ اللہ بھی لکھتے ہیں:

كان احد جانبى المدينة عورة وسائر جوانبها مشككة بالبنيان والنخيل لايتمكن العدو منها۔(32)

شہر مدینہ کی ایک سمت ہی (شمالی سمت) کھلی ہوئی تھی۔ باقی تمام جوانب عمارتوں اور کھجور کے درختوں سے گھری ہوئی تھیں۔ جن سے دشمن کا گزرنا ناممکن تھا۔

اس لئے شمالی علاقے میں تین سے چار میل خندق کھودی گئی۔ جو سات سے لے کر دس ہاتھ (ساڑھے تین میٹر سے لے کر پانچ میٹر تک) گہری اور نو ہاتھ یعنی ساڑھے چار میٹر چوڑی تھی۔ تین ہزار مجاہدین نے پندرہ یا سترہ دن میں یہ خندق کھودی۔(33) مدینہ منورہ کے جغرافیائی نشیب وفراز سے آپ ﷺ خوب واقف تھے۔ شہر کی شمالی سمت کا دفاع تو خندق کھود کر کیا۔ اہل سیر نے لکھا ہے باقی دوسرے اطراف میں جہاں خندق نہ تھی، بلکہ باغات ومکانات تھے، وہاں بھی کلیدی مقامات پر نگرانی اور حفاظت کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے چاق وچوبند دستے مقرر فرما کر پورے شہر مدینہ کی حفاظت کا انتظام فرمالیا۔(34)

خندق کی کھدائی، چاروں اطراف سے دفاعی اقدامات اور اصحاب رضی اللہ عنہم کی مختصر سی جماعت کی سلیقہ وترتیب سے اہم مقامات پر تعیناتی کے بعد اب نتائج کو اللہ تعالی کے حوالے کر دیا۔ متحدہ عرب کا لشکر جب مدینہ منورہ پہنچا تو آگے کیا صورتحال تھی؟ عبد الحمید قادری جستجوئے مدینہ میں نقشہ کھینچتے ہیں:

جب وہ جبل سلع کے دامن میں پہنچے تو ان کی حیرانی اور مایوسی کی انتہاء نہ رہی کہ ان کو اپنے زمین کے قلابے بھرتے ہوئے گھوڑوں کو یکایک لگامیں لگانا پڑیں کیونکہ ان کے آگے ناقابل عبور چوڑی اور گہری خندق منہ کھولے کھڑی تھی۔ابن اسحاق رحمہ اللہ کے الفاظ ہیں :''وہ اپنے گھوڑوں پر سرپٹ دوڑتے آئے مگر خندق کو دیکھ کر ان کو اپنے گھوڑوں کو روکنا پڑا۔خندق کو دیکھتے ہی وہ بے اختیار کہہ اٹھے،یہ حربہ پہلے تو کبھی کسی عرب نے نہیں آزمایا۔'' ان کی ساری حسرتیں خاک میں مل گئیں۔پورے جزیرہ نما عرب میں ایسا دفاعی حربہ کبھی استعمال نہیں ہوا تھا۔ان کی ساری قوت کا دارومدار تو اس وقت کے روائتی جارح اور دفاعی طریقوں پر تھا۔وہ جنگ اُحد میں دیکھ چکے تھے کہ مسلمانوں کے پاس گھڑ سوار فوج نام کی بھی کوئی چیز نہ تھی۔اس بار وہ پہلے سے بھی زیادہ گھڑ سوار فوج ساتھ لے کر آئے تھے۔جو اس نئی دفاعی لائن کے سامنے بالکل بے بس کھڑی تھی۔ان کے حربی منصوبہ بازوں کے لئے یہ بالکل انوکھا حربہ تھا۔خندق اتنی وسیع اور گہری تھی کہ کوئی بھی گھوڑا اس کو پھلانگنے سے عاجز تھا۔(35)

قریشیوں کی تدبیر ناکام ہوگئی

۶ھ میں آپ ﷺ نے خواب دیکھا کہ ہم مکہ مکرمہ داخل ہوئے ہیں اور عمرہ کیا ہے۔آپ ﷺ نے اِسے حکم الٰہی سمجھ کر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف کوچ فرمایا۔یہ ذوقعدہ کا مہینہ تھا جو اہل عرب کے نزدیک حرمت کا مہینہ سمجھا جاتا تھا۔اس ماہ میں وہ اسلحہ ایک طرف رکھ دیتے تھے اور جنگ وجدال سے اجتناب کرتے تھے۔مشرکین مکہ کو اطلاع پہنچی تو وہ سخت تذبذب کا شکار ہوئے۔کیونکہ جو قافلہ اس مہینہ میں حج وعمرہ کو آتا اسے روکنے کا کسی کو حق نہ تھا۔اب وہ اس الجھن میں پڑ گئے کہ اگر ہم اس قافلہ کو روکیں تو پورے عرب میں ہماری زیادتی کا شور مچ جائے گا۔لوگ کہیں گے کہ قریش نے بیت اللہ پر اپنی اجارہ داری قائم کی ہوئی ہے۔اگر اجازت دیں اور یہ قافلہ خیر وعافیت سے واپس چلا جائے تو یہ ہمارے لئے بہت شرمندگی کی بات ہے۔سب لوگ طعنہ دیں گے کہ قریشی مسلمانوں سے مرعوب ہوگئے۔کافی سوچ وبچار کے بعد مکہ والوں نے ٹھان لی کہ اس قافلہ کو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔

مکہ والوں نے اس سلسلہ میں اپنے منصوبے کو یوں حتمی شکل دی:

☆... خالد بن الولید کو ۲۰۰ سواروں کے ساتھ کراع الغمیم بھیجا۔یہ جگہ مکہ مکرمہ کی طرف آنے والی مرکزی شاہراہ پر تھی۔اس دستہ کا مقصد مسلمانوں کا راستہ روکنا اور ان کی پیش قدمی کو کمزور کرنا تھا۔

☆...دوسرا کام یہ کیا کہ دس زیرک قسم کے نوجوان حکم بن عبد مناف کی قیادت میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر تقسیم کرکے بٹھا دیئے۔ان کا کام مسلمان قافلہ کی لمحہ لمحہ کی نقل وحرکت کو کفار کے ہیڈ کوارٹر مکہ مکرمہ تک پہنچانا تھا۔

☆...آخری لکیر مکی لشکر نے یوں کھینچی کہ اپنی ساری قوت وطاقت مدینہ منورہ والی سمت سے مکہ مکرمہ کے داخلی دروازے وادی بلدح (یا بعض روایات کے مطابق ذوطویٰ میں) پر لا جمع کی، کہ اگر خالد کا دستہ مسلمانوں کا راستہ نہ روک سکا تو اس مقام سے آگے مسلمانوں کو نہیں جانے دیا جائے گا۔(36)

آپ ﷺ بھی قریشی مزاج سے واقف تھے۔اس لئے روانہ ہونے سے قبل اپنے لئے حفاظتی انتظامات فرمائے:

☆...بسر بن سفیان رضی اللہ عنہ کو جاسوس بنا کر مکہ مکرمہ بھیج دیا۔یہ اگرچہ مسلمان ہوگئے تھے مگر ان کے قبولِ اسلام کی قریش کو اطلاع نہ تھی۔(37)

☆... دوسرا یہ کہ مہاجرین وانصار کا ایک چاق وچوبند دستہ عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مقرر فرمایا، جس کا کام مسلمانوں سے آگے آگے چل کر راستہ صاف کرنا اور حالات پر نظر رکھنا تھا۔(38)

آپ ﷺ عسفان سے پہلے ذات الاشطاط پہنچے تو اسلامی جاسوس نے آکر مکہ مکرمہ کی مکمل صورتحال بتائی۔آپ ﷺ نے فرمایا:

"کون ہے جو ہمیں اس راستے سے ہٹ کر لے جائے جس راستے پر یہ نہ ہوں۔"

قبیلہ اسلم کے ایک آدمی نے کہا: میں لے جاؤں گا۔وہ سب کو دائیں سمت میں سخت پتھریلے راستے سے لے گیا۔یہ راستہ پہاڑوں کے درمیان سے گزرتا تھا۔تمام لوگوں کے لئے یہ راستہ بڑا دشوار گزار اور مشکل تھا۔چلتے چلتے راہبر نے مسلمانوں کو حدیبیہ میں پہنچادیا۔ قریشیوں کی سب تدبیریں اکارت گئیں۔وہ شمال مکہ میں منتظر رہے اور آپ ﷺ حرم کے غربی حصہ سے حدیبیہ پہنچ گئے۔خالد بن ولید کراع الغمیم میں راستہ دیکھتے رہے۔پہاڑوں پر موجود قریشیوں کے جاسوس ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے۔اور وادی بلدح یا ذوطویٰ میں مکہ والوں کا اجتماع اور جوش و خروش بھی ہوا میں اُڑ گیا۔ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ حضور ﷺ یوں دوسرے دشوار گزار راستے سے اپنا قافلہ لے کر حدیبیہ پہنچ جائیں گے۔اب اطلاع ملتے ہی قریش اور ان کے دستہ سوار فوراً حدیبیہ کی طرف لپکے۔

خیبر کے یہودیوں پر مخالف سمت سے یلغار

خیبر کے غدار یہودی غزوۂ احزاب میں کفارِ مکہ اور متحدہ عرب کو بھڑکا کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔غزوۂ بنو قریظہ کے بعد تو ان کی اسلام دشمنی مزید تیز ہوگئی۔انتقامی جذبہ میں وہ آئے دن مسلمانوں کے خلاف سازشیں کررہے تھے۔ان سب منصوبوں کے تانے بانے خیبر میں بنُے جارہے تھے۔ان سازشیوں کو کچلنے کے لئے ۷ھ میں آپ ﷺ خیبر کی طرف نکلے۔مکہ والوں سے دس سالہ امن وصلح کا معاہدہ کرنے کے بعد آپ ﷺ کو یہ اطمینان تھا کہ شمالی علاقہ جات کے یہودیوں کی طرف رُخ کیا جائے تو مکہ والے ان کی مدد کو نہیں آئیں گے۔اس اطمینان کے باوجود بھی یہ بہت پُرخطر مہم تھی۔لشکرِ اسلام کے لئے ہر سو خطرات ہی خطرات تھے۔

اوّل یہ کہ خیبر تک پہنچنے کے لئے ۲۰۰ کلومیٹر کا راستہ، جس میں بت پرست قبائل کی طرف سے جگہ جگہ حملے اور شب خون کا خطرہ تھا۔

دوم یہ کہ خیبر یہودیوں کا مرکز تھا۔اُن کی اکثریت یہاں کے مضبوط قلعوں میں رہتی تھی۔انہیں خوب اندازہ تھا کہ مسلمان ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔ لہٰذا وہ ہر طرح سے مسلح اور جنگ کے لئے تیار تھے۔

تیسری سب سے خطرناک بات یہ تھی کہ بت پرست ،اَن پڑھ اور دیہاتی جنگجوؤں کا قبیلہ غطفان مسلمانوں کا شدید مخالف اور یہودیوں کے بہت قریب تھا۔ غطفانی نجد کے بڑے علاقے میں پھیلے ہوئے تھے۔ وادی قریٰ ،جبال طے میں بھی ان کی آبادیاں تھیں۔ (39) خیبر کے یہودیوں سے ان کے خوب مراسم تھے۔آپ ﷺ کی خیبر کی طرف پیش قدمی کے ایام میں بھی ان کے مذاکرات چل رہے تھے۔

چنانچہ آپ ﷺ ان سب خطرات سے نمٹنے کے لئے مندرجہ ذیل حکمت عملیوں کو سوچتے ہوئے خیبر روانہ ہوئے۔

☆...آپ ﷺ اور اصحاب رضی اللہ عنہم کی غیر موجودگی میں نجد کے جنگجو فائدہ اُٹھا کر حملہ آور ہو سکتے تھے اِس لئے مدینہ منورہ کو محفوظ رکھنے کے لئے آپ ﷺ نے ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چند اصحاب رضی اللہ عنہم کو (جنگجوؤں کو الجھانے کے لئے) نجد کے علاقہ کی طرف بھیجا۔(40)

☆...راستے کی دیکھ بھال کے لئے آپ ﷺ نے نوجوانوں کا انٹیلی جنس کا ایک دستہ تیار کیا۔اس حفاظتی دستے کا کام راستہ کلیئر کرنا تھا ۔اس دستہ کی قیادت عباد بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔یہ نوجوان پھرتی کے ساتھ جیش اسلامی سے پہلے پہلے چلتے۔دائیں بائیں کی کمین گاہوں،جاسوسوں اور پہاڑی دروں کی چھان بین کرتے۔یہ راستہ فائنل کرتے تو لشکرِ اسلام آگے پیش قدمی کرتا۔

☆... راستے کی راہبری کے لئے آپ ﷺ نے قبیلہ اشجع کے حسیل بن خارجہ اور عبد اللہ بن نعیم رضی اللہ عنہما کی خدمات لیں جو نجد کے ان علاقوں سے خوب واقف تھے۔(41)

خیبر سے پہلے صہباء پہاڑ کے دامن میں آپ ﷺ پہنچے۔آرام فرمایا۔رات کے وقت راستہ بتانے والوں سے فرمایا ہمارے آگے آگے چلو اور ہمیں خیبر تک پہنچاؤ،مدینہ منورہ والی سمت سے نہیں بلکہ شام کی سمت سے۔اس انداز سے پہنچاؤ کہ خیبر اور ان کے حلفاء غطفان کے درمیان ہم پڑاؤ ڈالیں۔راہبر آپ ﷺ کو وادی رجیع میں لے گئے۔جس کا محل وقوع خیبر سے شمال کی طرف ہے۔

رجیع کو جہادی کیمپ بنایا

رجیع کو آپ ﷺ نے اپنا جہادی کیمپ بنایا۔جغرافیائی لحاظ سے یہ جگہ کافی اہمیت کی حامل تھی:

☆...آپ ﷺ خیبر کے یہودی اور قبیلہ غطفان کی آبادیوں کے درمیان حائل ہو گئے اور غطفانیوں کی طرف سے متوقع امداد کا راستہ روک دیا۔

☆... شام کی طرف یہودیوں کے بھاگنے کا راستہ بھی بند کر دیا۔

☆...وادی القریٰ (العُلاء) کے یہودیوں کی طرف سے بھی یہود خیبر کے ساتھ ہر طرح کا رابطہ منقطع ہو گیا۔

☆...رجیع کی حیثیت لشکر اسلام کی چھاؤنی کی ہوگئی۔ کیونکہ یہود خیبر نے اپنے قلعوں میں پناہ لی ہوئی تھی۔ کسی کھلے میدان میں جنگ کا امکان نہ تھا۔ یہیں سے آپ ﷺ خیبر کی طرف قتال کے لئے نکلتے۔ رات کے وقت مسلمان فوجی اسی کیمپ میں آکر ٹھہرتے۔ جنگ میں زخمی مجاہدین کو علاج معالجہ کے لئے یہیں لایا جاتا۔ خیمے اور بار برداری کا سامان اور خواتین کو بھی اسی کیمپ میں ٹھہرایا گیا۔ اس کیمپ کے نگران عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم باری باری رات کو پہرہ بھی دیتے۔ نماز کے لئے مسجد بھی تیار کی گئی (42)۔

بعض روایات کے مطابق رجیع کو مستقر بنانے کا مشورہ حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے دیا، جسے آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔ آپ ﷺ نے نطاۃ کے قلعوں کے سامنے کھجوروں کے جھرمٹ میں خیمے نصب فرمائے۔ حباب نے مشورہ دیا کہ اِن قلعوں کے قریب کھجوروں کے جھرمٹ میں ہم نے قیام کیا ہے۔ یہ نشیبی جگہ ہے۔ یہاں سیم کے پانی کے تالاب بھی ہیں۔ نطاۃ قلعہ کے مکین ماہر تیر انداز ہیں۔ ہم اُن کے تیروں کی زد میں رہیں گے۔ نیز وہ درختوں کا فائدہ اُٹھا کر ہم پر بآسانی شب خون بھی مار سکتے ہیں۔ اس لئے کسی کھلے میدان میں قیام کرنا چاہیئے جہاں اس طرح کے تمام خطرات سے ہم محفوظ رہیں۔ آپ ﷺ نے اس مشورہ سے اتفاق کرتے ہوئے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کسی اور جگہ کا انتخاب کریں۔ اُنہوں نے چکر لگا کر وادی رجیع کو منتخب کیا۔ آپ ﷺ نے پھر اس نئی قیام گاہ میں منتقل ہونے کا حکم دیا۔ (43)

خیبر میں یہودیوں کے متعدد قلعے تھے۔ آپ ﷺ نے سوچا کہ اگر ہم ایک ہی قلعہ پر حملہ کریں گے تو دوسرے قلعوں والے یہودی بھی سب اکٹھے ہو کر مقابلہ پر نکل آئیں گے۔ اس لئے یہ حکمت عملی اپنائی کہ مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کے چھوٹے چھوٹے دستے ترتیب دیئے اور ان کو مختلف قلعوں کے لئے مخصوص کر دیا۔ مقصد یہ تھا یہودی قوت منتشر رہے اور ہر قلعہ والے اپنے دفاع میں الجھے رہیں۔ لشکر اسلام کا باقی بڑا حصہ اپنی بھرپور طاقت ایک قلعہ پر مرکوز کئے ہوئے اس پر حملہ آور ہو۔ اس حکمت عملی سے ترتیب وار قلعے فتح ہوتے رہے۔ (44)

رات کے وقت گشت اور پہرہ کے لئے بھی آپ ﷺ نے ایک دستہ تیار کیا۔ جو مسلمانوں کے لئے پہرہ بھی دیتا اور دشمنوں کے قلعوں کے ارد گرد گشت کر کے ان کی حرکات کا جائزہ بھی لیتا۔ (45) خیبر کے قلعوں میں سب سے پہلے قلعہ ناعم پر آپ ﷺ نے حملہ کیا۔ ڈاکٹر عبد الرحمن الطیب الانصاری کے بیان کردہ نقشہ کے مطابق جغرافیائی اعتبار سے یہ قلعہ وادی رجیع کے قریب اور مقابل تھا۔ (46)

یہ قلعہ بہت سخت تھا۔ تقریباً پندرہ دن اس کا محاصرہ رہا۔ قلعہ کے ارد گرد مسلسل لڑائی ہوتی رہی۔ کافی جدوجہد کے بعد مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہوئے اور اسے فتح کیا۔ اس قلعہ کی فتح کے بعد پھر باقی قلعوں کی فتح کی راہ بھی ہموار ہوگئی۔ یہودی قوت کمزور پڑ گئی اور وہ ہتھیار ڈال کر صلح پر راضی ہوئے۔ یوں پورے خیبر پر مسلمانوں کی گرفت مضبوط ہوگئی۔

فتح مکہ کے لئے تدابیر

مکہ مکرمہ کی فتح کے لئے رسول اللہ ﷺ نے "رازداری" والی حکمت عملی کو بروئے کار لاتے ہوئے بہت ہی کم جانی نقصان کے ساتھ کفریہ ریاست کا خاتمہ کر کے اُسے فتح کیا۔ ۸ھ میں گردونواح کے بہت سے قبائل مدینہ منورہ میں آکر جمع ہوئے اور دس ہزار کا لشکر جرار آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوا۔ اپنی پیش قدمی کو خفیہ رکھنے کے لئے سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی:

"اے اللہ! قریش کے مخبروں اور جاسوسوں کو روک دے تاکہ ہم ان لوگوں کے علاقوں میں اچانک پہنچ جائیں۔"

پھر جہادی نقطہ نظر کے تحت آپ ﷺ نے رازداری کے مکمل انتظامات کئے۔ مدینہ منورہ کا رابطہ بیرونی دنیا سے منقطع کیا۔ تاکہ کسی طرح بھی قریش تک مسلمانوں کے ارادوں کی خبر نہ پہنچ سکے۔ تجارتی قافلے بھی شہر سے باہر ہی توقف کرتے۔(47) باہر کے کسی آدمی کو کچھ پتہ نہ تھا کہ مدینہ منورہ میں کیا تیاریاں ہورہی ہیں۔ تمام راستوں بالخصوص مکہ مکرمہ کی طرف جانے والے راستے پر نگرانی کرنے والی جماعتیں بٹھادیں، تاکہ ہر آنے جانے والے کے متعلق معلومات رہیں۔ اس جماعت کے امیر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے ۔آپ ﷺ نے اس جماعت سے فرمایا: " جو کوئی اجنبی نظر آئے اسے روک لو۔" پوشیدگی کا یہ منصوبہ بہت کامیاب رہا اور ان محافظوں نے کسی مشتبہ آدمی کو مکہ مکرمہ کی طرف سفر نہیں کرنے دیا۔

روانگی کس طرف ہے ؟ اِس کو خفیہ اور مشتبہ رکھنے کے لئے ایک جماعت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں مکہ مکرمہ سے مخالف سمت میں واقع بطن اضم نامی ایک جگہ کی طرف روانہ فرمائی۔ یہ جگہ نجد کے علاقہ میں مدینہ منورہ سے شرقی سمت میں تھی۔ اس سے لوگوں کو یہ دھوکہ ہوا کہ آپ ﷺ اپنی فوج کو اُس طرف لے جائیں گے۔ مگر یہ ایک تدبیر تھی۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم وہاں تک پہنچے اور پھر جب انہیں معلوم ہوا کہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ کی طرف نکل گئے ہیں، تو یہ بھی مقرر کردہ پالیسی کے تحت آپ ﷺ مقام سقیا میں آملے۔

رازداری کا اس سے اندازہ لگایا جائے کہ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا علم نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اُنہیں کہاں لے جارہے ہیں۔ کوئی پوچھتا تو آپ ﷺ جواب میں بس خاموشی اختیار فرماتے۔ قدید میں عیینہ بن حصن الفرازی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو فوج کی تنظیم و ترتیب اور دستوں میں جھنڈے تقسیم کرتے دیکھا تو پوچھا: یارسول اللہ! کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ ﷺ نے بس اتنا جواب دیا کہ "جہاں اللہ چاہے گا"۔

سب حیران تھے کہ ھوازن، ثقیف، قریش، کس قبیلہ پر حملہ کرنے کا ارادہ ہے ؟ کیونکہ جس راستے پر آپ ﷺ چل رہے تھے وہ مکہ مکرمہ کی طرف بھی جاتا تھا اور طائف کی طرف بھی۔ پھر راستے میں آپ ﷺ کبھی مکہ کو بائیں جانب چھوڑتے ہوئے دائیں جانب چلتے اور پھر کبھی واپس مکی شاہراہ پر آجاتے۔ حدودِ حرم کے قریب پہنچے تب صحابہ رضی اللہ عنہم کو پتہ چلا کہ آپ ﷺ کا ارادہ مکہ والوں سے

نمٹنے کا ہے۔ دنیا کے ماہرین جنگ، فلاسفر نبی مجاہد ﷺ کی اس جنگی حکمت عملی پر حیران ہیں کہ آپ ﷺ دس ہزار کا عظیم لشکر لے کر مشرکین مکہ کے سر پر جا پہنچے اور انہیں کچھ خبر تک نہ ہونے دی۔

آپ ﷺ مرالظہران (الجموم) میں رات کو پہنچے۔ اب حکم دیا کہ سب الگ الگ آگ جلائیں۔ سینکڑوں جگہوں پر آگ جلی۔ ہر طرف روشنیاں اور آگ۔ الجموم مکہ مکرمہ کے بالکل قریب ہے۔ رات کے وقت روشنی اور آگ دُور دُور تک دکھائی دیتی ہے۔ اب مکہ والوں نے دیکھا تو حیران بھی ہوئے اور خوفزدہ بھی۔ اور یہی آپ ﷺ کی تدبیر تھی کہ ہم مکہ والوں پر اچانک جا پہنچیں۔ اُن پر ہیبت طاری ہو۔ وہ مرعوب اور دہشت زدہ ہو جائیں اور خونریزی کے بغیر ہی مکہ مکرمہ فتح ہو جائے۔ اتنی زیادہ آگ اور روشنی دیکھ کر اہل مکہ نے اپنے اندازہ میں مسلمانوں کا لشکر تیس ہزار سمجھا۔ ظاہر ہے کہ اس لشکر جرار سے مقابلہ مکہ والوں کے بس میں نہ تھا۔

مقام ذی طویٰ پہنچے۔ اب مکہ مکرمہ بالکل قریب ہے۔ دس ہزار کا لشکر مکہ مکرمہ پر دستک دے رہا ہے۔ آپ ﷺ نے جغرافیائی حکمت عملی کے تحت مکہ مکرمہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مکہ مکرمہ اُونچے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ اُس وقت شہر میں داخل ہونے کے چار راستے تھے۔ دس ہزار لشکر کو پانچ دستوں میں تقسیم کیا گیا۔ آپ ﷺ خود پہلے دستہ کے سالار تھے۔ باقی چار دستے اپنے سالاروں کی قیادت میں چار اطراف سے شہر میں داخل ہوئے۔ شمالی جانب سے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی قیادت میں، جنوبی طرف سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ... شمال مغربی جانب سے ابو عبیدہ بن الجراح اور جنوب مغربی جانب سے قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ان کے ماتحت دستے داخل ہوئے۔ سوائے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے کسی دستے سے کفار کا آمنا سامنا نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی کامیاب، شاندار اور دُوررس حکمت عملی کے تحت کفار مکہ کے اس مرکز کو فتح فرما کر وہاں اسلامی جھنڈا گاڑھ دیا۔(48)

حنین وطائف کا محل وقوع

آپ ﷺ جب فتح مکہ کے لئے آرہے تھے تو ایک جاسوس کی گرفتاری نے انکشاف کیا تھا کہ طائف کا جنگجو قبیلہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ مکہ مکرمہ کی فتح کے بعد آپ ﷺ اُن کی طرف متوجہ ہوئے۔ عبد اللہ بن حدرد رضی اللہ عنہ کو جاسوسی کے لئے بھیجا۔ انہوں نے آکر اطلاع دی کہ قبیلہ ھوازن بیس ہزار لشکر کے ساتھ مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے لئے پر تول رہا ہے۔ آپ ﷺ کو فکر لاحق ہوئی اور ان جنگجوؤں سے نمٹنے کی تدابیر سوچنے لگے۔

سب سے پہلے تو آپ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ مکہ مکرمہ سے باہر نکل کر ان سے مقابلہ کیا جائے۔ عسکری لحاظ سے یہ بہت دانشمندانہ فیصلہ تھا۔ کیونکہ اگرچہ مکہ مکرمہ فتح ہو چکا تھا۔ مگر وہاں بت پرستی کے آثار اب بھی موجود تھے۔ اُن لوگوں پر قبولِ اسلام میں جبر وزبردستی نہیں کی گئی تھی۔ اس لئے کچھ لوگ اب بھی بت پرستی پر قائم تھے۔ وہاں کے سرداران بھی اگرچہ بظاہر تسلیم ہو چکے تھے۔ تاہم اندر اندر سے وہ سخت غیظ وغضب میں تھے۔ اس لئے مکہ مکرمہ کی گلیاں اور یہاں کا ماحول کفارِ ھوازن سے ٹکراؤ کے لئے سازگار

نہیں تھا۔ان مکیوں سے یقیناً یہ خطرہ تھا کہ لڑائی کے وقت وہ ھوازن کے ساتھ مل جائیں گے اور مسلمانوں کو دو قسم کے دشمنوں سے لڑنا مشکل ہو جائے گا۔اس کے علاوہ مکہ مکرمہ حرم تھا۔ حرم کی تعظیم کی خاطر بھی آپ ﷺ نے بیرون مکہ لڑائی کو ترجیح دی۔

آپ ﷺ نے ھوازن کی طرف کوچ کیا تو رات کے وقت انیس بن مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کو دشمن کی طرف بھیجا کہ وہ دشمن کے قریب ترین پہاڑ پر جا کر گھات لگائے اور ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھے۔ چنانچہ یہ صحابی رضی اللہ عنہ مشرکین کے پڑاؤ کے قریب مکمل رات حفاظتی پہرہ دیتے رہے۔

مسلمانوں کا لشکر وادی حنین میں داخل ہوا تو اس وقت صبح کا اندھیرا تھا۔ھوازن کے جنگجو دائیں بائیں تنگ گھاٹیوں میں مورچہ لگائے گھات میں تھے۔ جونہی مسلمانوں کا لشکر وادی حنین کی گہرائی میں اُترنے لگا تو اُنہوں نے تیروں کی بارش کر دی۔اندھیرے کی وجہ سے کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ تیر کہاں سے آرہے ہیں؟ تیر انداز کس سمت میں ہیں؟اسلامی لشکر کی اوّل صفیں اور ابتدائی دستے پیچھے پلٹے اور پچھلی صفوں کو بھی بہا کر لے گئے۔آپ ص ﷺ لشکر کے وسط میں تھے۔افراتفری کی اس صورتحال میں آپ ﷺ نے حکمت عملی اپنائی کہ تھوڑا دائیں سمت کو ہو گئے۔ سیرت ابن ہشام میں الفاظ ہیں:

وانحاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات الیمین-(49)

گنتی کے چند مخلص صحابہ ساتھ تھے۔لشکر پیچھے کو پلٹ رہا تھا۔کچھ لوگ تو بہت دور نکل کر مکہ کی طرف چل پڑے تھے۔اس وقت آپ ﷺ نے ایک طرف ہو کر پوزیشن سنبھال لی اور آواز دے کر سب کو جمع کیا۔یہ تو جنگ کی ابتداء تھی۔ جس میں انتشار پھیل گیا۔حقیقۃً تو میدان جنگ آگے تھا۔نئے سرے سے ترتیب دے کر پھر ھوازن کی فوجوں پر حملہ ہوا اور ان کو شکست ہوئی۔ھوازن شکست کھانے کے بعد تتر بتر ہو گئے اور جدھر کو منہ ہوا،اُدھر بھاگے۔اہل سیر نے تین مقامات کے نام بتائے ہیں: نخلہ،اوطاس اور طائف۔آپ ﷺ نے بھی نخلہ اور اوطاس کی طرف مجاہدین کے دستے بھیجے اور طائف کے محاصرہ کا ارادہ فرمایا۔خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقدمۃ الجیش کے طور پر طائف کی طرف بھیجا۔اس میں حکمت عملی یہ تھی کہ ھوازن کے یہ گروہ آپس میں اکٹھے نہ ہو سکیں۔ پھر خود رسول اللہ ﷺ نخلہ یمانیہ،قرن المنازل سے ہوتے ہوئے پہاڑی گھاٹیوں سے مقام لیہ پہنچے۔وادی لیہ تو طائف سے شرقی سمت پر ہے اور مکہ مکرمہ طائف سے غربی سمت میں لگتا ہے۔آپ ﷺ یہ طویل چکر کاٹ کر جنوب مشرق سے کیوں طائف پہنچے؟

جغرافیائی اعتبار سے اس میں کئی حکمت عملیاں ہو سکتی ہیں۔

☆...ایک یہ کہ وادی لیہ میں قبیلہ ھوازن کے سالار مالک بن عوف کا قلعہ تھا۔اُسے منہدم کروا کر ھوازن کا زور توڑا۔

☆...وادی لیہ سے مڑ کر وادی نخب میں قبیلہ ثقیف کا ایک اہم مرکز قلعہ نما مکان تھا،اُسے بھی ختم کیا۔(50)

☆...آپ ﷺ اس سمت سے آکر اہل طائف اور ان کے اعوان و انصار بنو نصر جو جنوبی مشرقی سمت میں رہائش پذیر تھے،کے درمیان حائل ہو گئے۔آپس کے تعلقات منقطع اور طلب و امداد کے امکانات ختم ہو گئے۔

☆... اہل طائف کے اموال، کھیت وغیرہ جنوبی سمت لیہ میں تھے۔اس طرف کا راستہ بھی روک دیا۔

☆... جنوب مشرقی سمت سے اہل طائف کو اس انداز سے جا گھیرا، جدھر سے اہل طائف کو آپ ﷺ کی آمد کا گمان بھی نہ تھا۔

سفرِ تبوک اور بلادِ شام کی فتوحات

۹ھ میں روم کے بادشاہ کے بارے میں خبر آئی کہ وہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے پَر تول رہا ہے۔آپ ﷺ نے اُن کے خلاف جہاد اور نفیرِ عام کا اعلان فرمایا۔ تیس ہزار کا لشکر تیار ہو گیا۔ نبی ﷺ نے سوچا کہ حملہ آوروں کا دفاع عرب کی سرحد سے باہر کیا جائے تاکہ اندرونِ ملک امن میں کسی طرح کا خلل واقع نہ ہو۔(51) اُس زمانہ میں تبوک، ایلہ وغیرہ کے علاقے شام کی حدود میں سمجھے جاتے تھے۔جو رومی شہنشاہیت کا حصہ خیال کئے جاتے تھے۔وادی القریٰ تک کا علاقہ آپ ﷺ غزوۂ خیبر میں فتح کر چکے تھے۔اِس سفر میں آپ ﷺ تبوک تک پہنچ گئے۔ قیصر روم تک ساری خبریں پہنچ رہی تھیں۔اس نے غزوۂ موتہ میں مسلمانوں کی ایمانی قوت کا اندازہ لگا لیا تھا۔اُس وقت تو مسلمان تین ہزار تھے اور لشکر کی کمان صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس تھی۔اب کی بار لشکر تیس ہزار اور قیادت اُن کے نبی ﷺ خود کر رہے ہیں۔ چنانچہ اُس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کر سکا۔

اس مہم کا نتیجہ یہ نکلا کہ عرب اور روم کے درمیان جو نیوٹرل علاقہ تھا وہ سارا مسلمانوں کے کنٹرول میں آ گیا۔اب اسلامی سلطنت کی حدود رومی سلطنت تک جا پہنچیں اور مسلمان اب رومی ریاست کا دروازہ کھٹکھٹانے لگے۔ بلادِ شام میں یہ پہلی اسلامی فتح تھی۔ جرباء، اذرح، اہل مقنا اور ایلہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں شمار کی جاتی تھیں۔ان کے حکمران اور باشندے خود حاضر ہوئے۔ جزیہ دینے پر رضامندی ظاہر کی۔آپ ﷺ نے انہیں صلح نامہ لکھ دیا۔ جزیرۂ عرب کے شمال میں دومۃ الجندل نصرانی ریاست تھی۔اس سفر میں اِس عیسائی سلطنت کا فرماں روا اکیدر بادشاہ بھی گرفتار ہوا۔ معاہدۂ صلح ہوا۔اور جزیہ ادا کر کے وہ بھی اسلامی ریاست کا تابع ہو گیا۔

یوں اس سفر میں اسلامی سلطنت کا جغرافیہ وسیع ہوا اور جزیرہ عرب کے شمالی حصہ میں اسلام دشمنوں کا صفایا ہو گیا۔کچھ تو مسلمان ہو گئے اور کچھ نے جزیہ دے کر اسلامی سلطنت کی اطاعت تسلیم کر لی۔آپ ﷺ کامیاب و بامراد واپس مدینہ منورہ تشریف لائے۔ یہ سیرت نبوی کا آخری غزوہ تھا۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چند سالہ عرصہ میں بہت ہی کم نقصان کے ساتھ پورے جزیرۂ عرب میں توحید کا پیغام پہنچایا۔ مادی اور افرادی حیثیت سے کبھی بھی دشمن سے آگے نہ تھے۔ لیکن اپنی صلاحیتوں، حکمتوں اور تدابیر کے ذریعے ہر موڑ پر غالب رہے ۔عربی باشندے تھے۔ خطہ کے نشیب و فراز سے واقف تھے،اس لئے زمین، محل وقوع، علاقہ اور موسم ہر چیز سے فائدہ اُٹھایا۔نقشہ

، جغرافیہ اور راستہ سب کچھ نظروں میں رکھ کر، معلومات لے کر پیش قدمی کرتے۔ محفوظ انداز سے نکلتے۔ موزوں جگہ میں ٹھہرتے اور لڑائی و جنگ کے لئے مقام و میدان کا انتخاب پہلے سے کرتے۔ منصوبہ بندی اور پلاننگ سے اصحاب رضی اللہ عنہم کو چلاتے۔ عربوں کے رائج طریقہ سے جنگیں لڑیں۔ لیکن بہت سے معرکوں میں اس طرح کی حربی تدابیر اختیار کیں کہ مخالفین دم بخود رہ گئے۔ اپنے سے کئی گنا زیادہ لشکر سامنے آیا لیکن جنگی و جغرافیائی حکمتوں سے دشمن کو بے بس کر دیا۔ دشمن کو غافل رکھا لیکن خود کبھی دشمن سے غافل نہ رہے۔

لڑائی میں فقط کشت و قتل ہی مقصد نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ ہر جگہ دشمن کو راستہ دیتے اور نکلنے کے مواقع فراہم کرتے۔ فتح ہو یا پسپائی، اوّل سے آخر تک اُصولی طریقے سے جنگ کرتے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہر جگہ مقدم رکھتے۔ قدرت کی نافرمانی پر شدید غصہ اور ناراضگی کا اظہار فرماتے۔ یوں قلیل عرصہ میں جزیرۃ العرب فتح ہو گیا۔ رحلت کے بعد آپ ﷺ کے اصحاب اور جانشینوں نے اُسی انداز اور تربیت سے آپ کے مشن اور پیغام کو گوشہ گوشہ پہنچانے کی جدوجہد کی۔ یہاں تک کہ کرۂ ارض کے ہر کونے میں اسلام کا پیغامِ امن و سلامتی پہنچ گیا۔

مراجع وحوالہ جات

ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، السنن الکبریٰ، باب اظہار دین النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الادیان، دار الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۴ھ 1994ء(1)....

ابن الأثیر أبو الحسن علی بن محمد الجزری، اسد الغابۃ، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان، ۱۴۱۷ھ 1996ء ۱۴۹/۶(2)....

احمد بن حنبل، مسند احمد، مؤسسۃ قرطبہ القاہرہ، مسند سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رقم الحدیث ۱۵۳۹(3)....

ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، تراث الاسلام قاہرہ، ۱/ ۵۹۵(4)....

احمد ابراہیم الشریف، مکہ والمدینہ فی الجاہلیۃ وعہد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، دار الفکر العربی ۱/۳۹۷(5)....

محمد بن یوسف الصالحہ الشامی، سبل الہدیٰ والرشاد، وزارۃ الاوقاف مصر، ۱۴۱۸ھ۔1997ء۔ ۲۵/۴(6)....

ایضاً ۲۹/۴(7)....

محمد بن عمر والواقدی، کتاب المغازی، عالم الکتب بیروت ۱/۷ ۱۹ (8)....

سبل الہدی والرشاد فی ھدی خیر العباد ۵۱/۶(9)....

ایضاً ۲۱/۶(10)....

ایضاً ۲۳/۶(11)....

ایضاً ۲۵/۶(12)....

ایضاً ۲۵/۴(13)....

ایضاً ۲۷/۴(14)....

ایضاً ۲۹/۴(15)....

ایضاً ۲۸/۶ تلخیص(16)....

محمد حمید اللہ ڈاکٹر، عہد نبوی کے میدان جنگ، ادارہ اسلامیات لاہور، 1982ء ص ۳۰-۳۱ ترمیم کے ساتھ (17)....

یوسف بن عبدالبر النمری، الدرر فی اختصار المغازی والسیر، دار المعارف قاہرہ، ۱۴۰۳ھ، ص ۱۰۲ (18)....

صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱۴۱۶ھ-1995ء، عنوان: غزوہ بدر کبریٰ، تلخیص و ترمیم کے ساتھ (19)....

محمد احمد باشمیل، موسوعۃ الغزات الکبریٰ، غزوۃ بدر الکبریٰ، المکتبۃ السلفیۃ القاہرہ، ۱۴۰۵ھ-1985ء ص ۱۲۵ (20)....

عاتق بن غیث البلادی، معجم معالم الحجاز، دار مکۃ للنشر والتوزیع المکۃ المکرمۃ-۱۴۳۱ھ 2010ء-۶۴۳/۳ (21)....

ایضاً ۵۰۸/۳ (22)....

الرحیق المختوم ص ۲۸۸ (23)....

محمد صدیق قریشی پروفیسر، پیغمبر حکمت و بصیرت، الفیصل ناشران کتب لاہور، 2005ء ص ۲۷۹ (24)....

ایضاً ص ۲۷۹ (25)....

عبدالباری ایم اے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی اسکیم-الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، 1986ء، قدرے ترمیم و تلخیص کے ساتھ ص ۵۱تا۵۵ (26)....

ایضاً ص ۶۵،۶۶ قدرے ترمیم و تلخیص کے ساتھ (27)....

الرحیق المختوم ص ۳۴۷ (28)....

ایضاً ص ۳۴۸ (29)....

ایضاً ص ۳۴۹ (30)....

عبدالحمید قادری، جستجوئے مدینہ، اورینٹل پبلی کیشنز لاہور، ۱۴۲۸ھ، 2007ء-ص ۲۷۰-۲۷۱ تلخیص و ترمیم کے ساتھ (31)....

علی بن عبداللہ بن احمد السمہودی، خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، المکتبۃ العلمیۃ المدینۃ المنورۃ، ۱۳۹۲ھ 1982ء ص ۵۴۸ (32)....

جستجوئے مدینہ ص ۲۷۰-۲۷۱ تلخیص و ترمیم کے ساتھ (33)....

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی اسکیم ص ۱۲۵ (34)....

جستجوئے مدینہ ص ۲۷۶ (35)....

محمد احمد باشمیل، موسوعۃ الغزات الکبریٰ، صلح الحدیبیہ، المکتبۃ السلفیۃ القاہرہ، ۱۴۰۶ھ-1986ء ص ۱۲۶ (36)....

ایضاً ص ۱۱۷ (37)....

ایضاً ص ۱۱۸ (38)....

عمر رضا کحالہ، معجم قبائل العرب، موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۲ھ-1982ء ۸۸۸/۳ (39)....

الرحیق المختوم ص ۵۱۵ (40)....

محمد احمد باشمیل، موسوعۃ الغزوات الکبریٰ غزوۃ خیبر، المکتبۃ السلفیۃ القاہرہ ص ۷۷ (41)....

عبدالرحمن الطیب الانصاری ڈاکٹر، خیبر الفتح الذی سُربہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار القوافل الریاض ۱۴۲۷ھ-2006ء ص ۴۴،۴۳ (42)....

یاقوت حموی، معجم البلدان، دار صادر بیروت ۱۳۹۸ھ، 1977ء، ۲۹/۳...المغازی للواقدی ۶۴۵/۲

سبل الہدی والرشاد ۱۸۶/۵ (43)....

محمد کرم شاہ الازہری (پیر)، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۴۲۰ھ ۲۲۶/۴ (44)....

موسوعۃ الغزوات الکبریٰ، غزوۃ خیبر ص ۱۰۲ (45)....

....(46) خیبر الفتح الذی سُر بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۸

....(47) پیغمبر حکمت وبصیرت ص ۲۸۲

....(48) محمد احمد باشمیل، موسوعۃ الغزوات الکبریٰ فتح مکہ، المکتبۃ السلفیۃ القاہرہ، ۱۴۰۸ھ۔1988ء تلخیص وترمیم کے ساتھ

....(49) السیرۃ لابن ہشام ۴۴۳/۲

....(50) ایضاً ۴۸۲/۲

....(51) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی اسکیم ص ۲۲۰